ان ابنی هذا سید لعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین

نواسۂ رسول
جگر گوشۂ بتول

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ

احوال و سوانح
مختصر تعارف و خدمات

ابو ریحان ضیاء الرحمن فاروقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواسہ رسول
جگر گوشہ بتول
حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ

ابتدائی تعارف

پیدائش:- حضرت سیدنا حسن بن علیؓ آنحضرت ﷺ کی سب سے چھیتی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پہلے صاحبزادے تھے۔ آپ کی اس سے زیادہ کیا عظمت ہو سکتی ہے کہ ایک طرف آپؓ کی نسبی شرافت آنحضرتؐ سے قریب تر ہے دوسری طرف آپ کی تربیت بھی آغوش رسالت میں ہوئی ہے۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حسنؓ کی پیدائش ۱۵/ رمضان ۳ ہجری مطابق یکم اپریل ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت علیؓ نے آپ کا نام حرب رکھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے تبدیل کر کے حسن رکھ دیا۔

حضرت حسنؓ کی ولادت پر آنحضرت ﷺ بہت مسرور ہوئے۔ آپ نے خود ان کے کان میں اذان دی اپنا لعاب مبارک منہ میں ڈالا۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ دیا دو مینڈھے ذبح کرائے۔ نومولود کے سر کے بال اتروا کران کے برابر چاندی خیرات کی۔

آنحضرت ﷺ کی صحبت:- حضرت حسنؓ بچپن ہی سے براہ راست آپ کی نگرانی میں رہے بچپن کے ابتدائی سات سال تک حضرت حسنؓ نے صحبت نبوت پائی۔ آنحضرت ﷺ کے حضرت حسن سے محبت و شفقت کے واقعات بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے۔

"آنحضرت ﷺ منبر پر رونق افروز تھے اور حسن آپؐ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور ایک مرتبہ حسن کی طرف آپ نے فرمایا"

(ان ابنی ھذا سید' لعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظمتین من المسلمین ﷺ)

یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

قارئین کرام..... ملاحظہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی۔ جنگ صفین اور جنگ جمل کے بعد مسلمانوں میں قاتلین عثمانؓ کے بارے میں پیدا ہونے والا اختلاف کس قدر بڑھ گیا تھا۔ بالآخر مسلمانوں کی ان دو جماعتوں کے درمیان صلح و آشتی اور اتفاق وارتباط کا سہرا حضرت حسنؓ کے سر آن پڑا۔ اس حدیث سے دونوں جماعتوں کا مسلمان ہونا بھی واضح ہوا۔ پھر صلح کی نوید ابھی آنحضرت ﷺ کی زبان حق ترجمان سے ظاہر ہوگئی۔

حضرت حسنؓ کی حضرت معاویہؓ سے صلح اور محبت نے پیغمبر اسلام ﷺ کی بیان کردہ پیشگوئی کو من وعن مکمل کر دیا۔ اس صلح سے اسلام کی عظمت اور دین مصطفوی کی سربلندی کا نیا باب کھل گیا۔

لقب:- حضرت حسنؓ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پہلے صاحبزادے ہیں آپ کا لقب ریحانۃ النبی تھا بعض کتابوں میں اس کے علاوہ سید، شبر، مجتبیٰ اور شبیہ رسول کو بھی آپ کے القاب میں شامل کیا گیا ہے۔

کنیت:- حضرت حسنؓ کی کنیت ابو محمد تھی ایک روایت کے مطابق یہ کنیت آنحضرت ﷺ نے تجویز فرمائی تھی۔ حالانکہ بڑے ہو کر آپ نے کسی فرزند کا نام بھی محمد نہیں رکھا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

○— ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظمتین من المسلمین ؎

ترجمہ: میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی عظیم المرتبت جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

○— ریحان الدنیا و الاخرۃ الحسنؓ و الحسینؓ

ترجمہ: "دنیا اور آخرت کے دو پھول حسن اور حسین ہیں"

○— "الحسن و الحسین سبط من الاسباط"

ترجمہ: "حسن اور حسین (میری) اولاد کی اولاد ہے۔"

آنحضرت ﷺ کی محبت

رسول اللہ ﷺ ان سے انتہائی محبت فرماتے تھے جب یہ بچے تھے تو آنحضرت ﷺ کبھی ان کے رخسار ولب چومتے اور کبھی ان کی زبان اپنے دہان مبارک میں لے کر چوستے کبھی گود میں کھلاتے کبھی سینہ اور پیٹھ پر بٹھاتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپؐ سجدہ میں ہوتے اور یہ پشت مبارک پر سوار ہوجاتے اور آپ نہ صرف یہ کہ بیٹھنے دیتے بلکہ ان کی خاطر سجدہ کو اور طول دے دیتے کبھی اپنے ساتھ منبر پر چڑھاتے۔

زہری حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ حسن بن علیؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی مشابہ تھے۔ ہانیؓ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حسنؓ کو مشابہت رسول حاصل تھی۔ سینہ سے سر تک اور حسین سینہ سے قدمہائے مبارک تک اپنے نانا کے مشابہ تھے۔

حضرت علیؓ کے دل میں اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کی بڑی عزت تھی وہ ان سے احترام وتوقیر کا معاملہ فرماتے ایک روز فرمایا، کبھی تم تقریر کرتے تو میں بھی سنتا کہنے لگے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ آپ کے سامنے زبان کھولوں، ایک روز حضرت علیؓ ایسی جگہ جاکر بیٹھ گئے جہاں حضرت حسنؓ کو نظر نہ آسکیں۔ حضرت حسن نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سن رہے تھے جب وہ اپنی تقریر ختم کرکے چلے گئے تو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ذریۃ بعضھا من بعض۔ ط واللہ سمیع علیم (یہ ایک ہی نسل تو ہے' جس میں ایک دوسرے کا فرزند ہے۔
(سورۃ آل عمران - ۳۴)

وہ بہت کم بولتے اور اکثر خاموش رہتے۔ لیکن جب بات کرتے تو کوئی ان کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا تھا۔ دعوتوں میں کم شرکت فرماتے کسی لڑائی جھگڑے کے معاملہ میں نہ پڑتے۔ کسی کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کرتے۔ جب ان سے رجوع کیا جاتا تو دلیل سے بات سمجھا دیتے۔

انہوں نے تین بار اللہ کی راہ میں اپنا مال نکال دیا۔ دو مرتبہ تو اس طرح دے دیا کہ ان کے پاس کچھ نہیں رہ گیا۔ پچیس بار پیدل حج کئے قربانی کے جانور آپ کے آگے آگے چلائے جاتے۔ حضرت حسنؓ و حسینؓ میں سے کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نظر پڑتی تو بڑھ کر رکاب تھام لیتے اور اس کو اپنے لئے شرف سمجھتے۔ ان دونوں میں کوئی طواف بیت اللہ کو نکلتا تو آپ کو سلام کرنے' مصافحہ کرنے کے لئے لوگ ان پر اس طرح پروانہ وار ٹوٹ کر گرتے کہ ڈر لگتا کہ کہیں ان کو صدمہ نہ پہونچے۔

حضرت حذیفہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ یعنی حسن و حسین جنتیوں کے سردار ہوں گے۔ اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی محبت کا ایک اور واقعہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ اپنے دوش مبارک پر حضرت حسن بن علیؓ کو لئے ہوئے جا رہے تھے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا نعم المرکب رکبت یا غلام صاحبزادے بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ونعم الراکب ھو اور سوار بھی بہترین ہے۔

حضرات حسنؓ و حسینؓ اسلام کے شہ سواروں میں ہوئے ہیں۔

نعیم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو ہریرہ نے کہا کہ جب حسنؓ کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں' اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز دوڑتے ہوئے آئے اور آکر رسول اللہ ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابو ہریرہ نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پکڑ کر

دکھایا کہ یہ) اس طرح ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ ﷺ اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جا رہے تھے اللھم انی احبہ فاحبہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما' یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی۔

سخاوت کا اہم واقعہ

ابن عساکر نے کہا:

حضرت حسنؓ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک بار مدینہ منورہ کے کسی (چہار دیواری سے گھرے ہوئے) باغ کی طرف سے گزر رہے تھے تو ایک نوعمر حبشی غلام کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی اور اس کے سامنے کتا بیٹھا تھا وہ لڑکا ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا اس طرح پوری روٹی تقسیم کرکے اس کو کھلا دی۔ حضرت حسنؓ نے پوچھا تم نے کیوں اپنی روٹی میں آدھے کا شریک کتے کو بنالیا اور خود زیادہ حصہ نہیں لیا؟ کہنے لگا میری آنکھیں اس کی (یعنی کتے کی) آنکھیں دیکھ کر شرم محسوس کرتی تھیں کہ میں زیادہ کھا جاؤں۔ حضرت حسنؓ نے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ کہا میں ابان بن عثمان کا غلام ہوں' فرمایا اور یہ احاطہ کس کا ہے؟ ابان کا' حضرت حسنؓ نے فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آجاؤں تم یہیں بیٹھے رہنا' چنانچہ آپ گئے اور اس غلام کو خرید لیا اور احاطہ بھی خرید لیا اور غلام کے پاس آکر فرمایا میں نے تم کو خرید لیا۔ اس نے اٹھ کر کہا اللہ اور اسکے رسولؐ اور ان کے بعد میں آپ کے احکام سننے والا اور فرمانبردار ہوں۔ پھر حضرت حسنؓ نے فرمایا تو میری طرف سے آزاد ہے اور یہ احاطہ تجھے ہبہ کر دیا۔

عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق؄ خلیفہ بنے تو قرابت رسول کی وجہ سے آپ بھی حضرت حسن؄ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے:

"ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد حضرت ابوبکر؄ اور حضرت علی؄ دونوں مسجد نبوی سے اکٹھے باہر نکلے راستہ میں حضرت حسن؄ کھیل رہے تھے ابوبکر صدیق؄ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ان کو اٹھا کر کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا:

واللہ ھذا شبہ النبی ولیس بعلی

"خدا کی قسم! یہ نبی کے مشابہ ہیں اور علی کے مشابہ نہیں۔"

یہ سن کر حضرت علی؄ مسکرانے لگے۔

حضرت ابوبکر؄ کے سوا دو سالہ دور حکومت نے خاندان نبوت کے ساتھ آپ کے تعلقات نہایت مشفقانہ رہے۔

چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ؄ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق؄ کی بیوی اسماء بنت عمیس ہی کئی روز تک تیمارداری کے فرائض سرانجام دیتی رہیں سیدہ؄ کی وفات کے بعد غسل اور تجہیز و تکفین بھی حضرت اسماء نے سرانجام دیئے۔ (از رحماء بینھم)

حضرت فاطمہ؄ الزہرا کا جنازہ بھی صحیح روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق؄ ہی نے پڑھایا ان مختصر واقعات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت حسن؄ و حضرت حسین؄ تو کیا پورے خاندان نبوت سے حضرت ابوبکر؄ کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔

بعض لوگوں نے خاندان نبوت اور صحابہ کرام؄ کے درمیان تعلقات کی کشیدگی کے بارے میں جو من گھڑت باتیں تحریر کی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت عمر فاروق؄ مسند نشین خلافت ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت حسن؄ اور حضرت حسین؄ کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ انہوں نے بیت المال قائم کیا اور

مسلمانوں کے علی قدر مراتب سالانہ وظائف مقرر کئے۔ تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے وظیفے اصحاب بدر کے وظیفوں کے برابر مقرر کئے۔ (پانچ ہزار درہم سالانہ) خود امیر المومنینؓ اور حضرت علیؓ کا بھی اتنا ہی وظیفہ تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ فاروق اعظمؓ کے نزدیک حسنینؓ کی کیا قدر و منزلت تھی۔

عہد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کے دور خلافت کا آغاز ہوا تو حضرت حسنؓ پورے جوان ہو چکے تھے۔ شیخینؓ کی طرح حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا سلوک بھی حضرت حسنؓ کے ساتھ نہایت مشفقانہ اور محبت آمیز تھا ۳۰/ ۲۹ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے حکم سے حضرت سعیدؓ بن العاص نے طبرستان پر لشکر کشی کی تو حضرت حسنؓ بھی دوسرے نوجوانان قریش کے ساتھ اسلامی لشکر میں شریک ہوگئے اور کئی معرکوں میں داد شجاعت دی۔

حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہرے دار کی حیثیت سے :-

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے آخر میں شورش برپا ہوئی اور باغیوں نے کاشانہ خلافت کا محاصرہ کرلیا تو حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو کاشانہ خلافت کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا۔ کچھ اور جوانان قریش بھی ان کے ساتھ تھے حضرت حسنؓ مدافعت کرتے ہوئے زخمی ہوگئے۔ تاہم انہوں نے کسی باغی کو کاشانہ خلافت میں داخل نہ ہونے دیا۔ بالآخر باغی دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس گئے اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو اس حالت میں شہید کر دیا۔ جب وہ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی۔ تو انہوں نے جوش غضب میں حضرت حسنؓ کو تھپڑ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغیوں نے اندر گھس کر عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ جب انہوں نے صورتحال کی وضاحت کی اور اپنے زخم دکھائے تو حضرت علیؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے حضرت علیؓ سے قبول خلافت کے لئے اصرار کیا۔ اس موقع پر حضرت حسنؓ نے والد بزرگوار کو مشورہ دیا کہ جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپ سے مسند نشین خلافت ہونے کی درخواست نہ کریں۔ آپ کسی سے امر خلافت پر بیعت نہ لیجئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خلیفہ کا

انتخاب مہاجرین اور انصار کا حق ہے جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرلیں تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اسکی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ بیعت کے لئے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مشورہ کی شرط نہیں۔ چنانچہ انہوں نے خلافت قبول کرلی۔

حضرت علیؓ کے مسند نشین خلافت ہونے کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اصلاح کا علم بلند کیا اور حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا مطالبہ کیا۔ اسی سلسلے میں جنگ جمل پیش آئی۔ جنگ سے پہلے حضرت حسنؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کوفہ گئے اور وہاں کے لوگوں کو اپنی حمایت پر ابھارا۔ ان کی مساعی کے نتیجہ میں تقریباً دس ہزار اہل کوفہ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ جمل کے بعد ۳۷ھ میں جنگ صفین پیش آئی۔ اس میں بھی حضرت حسنؓ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے۔ التوائے جنگ کے لئے امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو معاہدہ ہوا حضرت حسنؓ نے ایک گواہ کی حیثیت سے اس پر دستخط کئے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد

رمضان ۴۰ ہجری میں ایک خارجی ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زخمی ہونے کے بعد وہ تین دن زندہ رہے اس اثناء میں ان سے حضرت حسنؓ کی جانشینی کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"نہ میں حکم دیتا ہوں نہ روکتا ہوں"

تیسرے دن حضرت علیؓ واصل بحق ہوگئے۔ ان کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد کوفے کی مسجد جامع میں حضرت حسنؓ کے لئے بیعت خلافت ہوئی۔ بعض روایتوں کے مطابق بیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت امیر معاویہؓ والی شام نے ان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا۔ اور عراق کی طرف فوجی پیش قدمی شروع کردی۔ ان کے مقدمتہ الجیش کے افسر حضرات عبداللہؓ بن عامر انبار ہوتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے۔ حضرت حسنؓ اس وقت کوفہ میں تھے انہیں عبداللہؓ بن عامر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھی اہل عراق کو ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ ساباط پہنچ کر انہوں نے اپنی فوج میں کمزوری اور جنگ سے پہلو تہی کے آثار دیکھے تو اس کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا۔

حضرت حسنؓ کا اہم خطبہ :-

"لوگو! میں کسی مسلمان کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ تمہارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں۔ امید ہے تم اسے رد نہ کرو گے۔ جس اتحاد و یگانگت کو تم ناپسند کرتے ہو۔ وہ اس تشتت وافتراق سے بہتر ہے جو تم کو پسند ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر لوگ جنگ سے گریز کرنا چاہتے ہیں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف لڑنے پر مجبور نہیں کرنا چاہتا۔"

حضرت حسنؓ کی تقریر سن کر وہ لوگ جو امیر معاویہؓ کے شدید مخالف تھے اور ان سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے برہم ہوگئے انہوں نے سیدنا حسنؓ کی تحقیر کی اور انہیں گھیر لیا۔ ربیعہ اور ہمدان کے قبیلوں نے ان لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور حضرت حسنؓ گھوڑے پر سوار ہو کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک خارجی جراح بن **قبیصہ** نے گھات لگا کر ان پر حملہ کیا اور زانوائے مبارک زخمی کردیا۔ عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن ظبیان نے جراح بن قبیصہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور حضرت حسنؓ نے مدائن پہنچ کر قصر ابیض میں قیام کیا۔ جب زخم مندمل ہوگیا تو وہ پھر عبداللہؓ بن عامر کے مقابلہ کے لئے مدائن سے نکلے۔ اس اثناء میں امیر معاویہؓ بھی ایک فوج گراں کے ساتھ انبار پہنچ گئے۔

حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح کیلئے حضرت حسنؓ کا طرز عمل :-

حضرت عبداللہؓ بن عامر نے حضرت حسنؓ کو پیغام بھیجا جس میں ان کو قسم دے کر جنگ ملتوی کرنے کے لئے کہا۔ حضرت حسنؓ کے ساتھیوں نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا۔ اس پر حضرت حسنؓ پھر مدائن لوٹ گئے۔ عبداللہؓ بن عامر نے فوراً مدائن کے گرد اپنی فوج پھیلا دی۔ حضرت حسنؓ پہلے ہی اپنے ساتھیوں کی کمزوری اور بزدلی سے دل برداشتہ تھے۔ انہوں نے جنگ کا خیال ترک کر دیا اور چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست برداری کا فیصلہ کرلیا۔ یہ شرائط انہوں نے عبداللہ بن عامر کی وساطت سے امیر معاویہؓ کو بھجوادیں۔

(الاخبار الطوال - ابو حنیفہ دینوری)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن سعدؒ کے حوالے سے "الاصابہ" میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے عمرو بن سلمۃ الارحبی کو صلح کی غرض سے امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ امیر

معاویہؓ نے حضرت عبداللہؓ بن عامر اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کو حضرت حسنؓ کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت حسنؓ کی شرائط مان لیں۔ اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ اور سیدنا حضرت حسنؓ ساتھ ساتھ کوفے میں داخل ہوئے۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ کسی قدر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"حضرت حسنؓ کی فوج پہاڑوں کے مانند امیر معاویہؓ کے لشکر کی طرف بڑھی تو حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت معاویہؓ سے کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ایسا لشکر ہے جو اس وقت تک پیٹھ نہ پھیرے گا جب تک اپنے اقران کو قتل نہ کرے گا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اگر یہ لوگ انہیں اور وہ انہیں قتل کر دیں تو میری طرف سے لوگوں کے معاملات کا نیزان کی عورتوں اور بچوں کا ذمہ دار کون ہو گا؟

اس وقت انہوں نے عبداللہؓ بن عامر اور عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کو حضرت حسنؓ سے گفت و شنید کے لئے بھیجا"

صلح کی شرائط:-

ابو حنیفہ دینوری نے "الاخبار الطوال" میں لکھتا ہے کہ حضرت حسنؓ ان شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

۱)..... سب لوگوں کو بلا استثنا امان دی جائے گی۔ اور کوئی عراقی شخص بغض و کینہ کی بنا پر نہ پکڑا جائے گا۔

۲)..... صوبہ اہواز کا کل خراج حضرت حسنؓ کے لئے مخصوص ہو گا اور حضرت حسینؓ کو دو لاکھ درہم سالانہ الگ دیئے جائیں گے۔

۳)..... صلات اور عطیات میں بنو ہاشم کو بنو امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔

حضرت حسنؓ نے یہ شرطیں لکھ کر حضرت عبداللہؓ بن عامر کو دیں۔ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے پاس بھیج دیں۔ امیر معاویہؓ نے تمام شرطوں کی منظوری کا خط لکھ کر اپنی مہر لگائی اور معززین و عمائد کی شہادتیں لکھوا کر کاغذ حضرت حسنؓ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اس طرح ملت اسلامیہ کے سر سے ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا۔ اور تمام مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی بجائے امیر معاویہؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ سیدنا حضرت حسنؓ نے کوفہ کی جامع مسجد میں مجمع عام کے سامنے اپنی دست برادری کا

اعلان ان الفاظ میں کیا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اگلوں کے ذریعے سے تم کو ہدایت دی۔ اور پچھلوں کے ذریعے تمہاری خونریزی بند کرائی۔ دانائیوں میں بہترین دانائی تقویٰ اور عجز میں سب سے بڑا عجز فجور (بداعمالی) ہے اور یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہ ؓ کے درمیان متنازعہ فیہ ہے یا تو وہ اس کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں یا یہ میرا حق ہے جس سے میں اللہ عزوجل کی خوشنودی امت محمدیہ کی اصلاح اور تم لوگوں کو خونریزی سے بچانے کی خاطر دستبردار ہوتا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی پوری ہو گئی:۔

اس کے بعد سیدنا حضرت حسن ؓ اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ اس طرح سرور عالم ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی "میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

سیدنا حضرت حسن ؓ کی خلافت کے بارے میں روایتوں میں اختلاف ہے بعض روایتوں میں چار ماہ اور بعض میں آٹھ ماہ سے کچھ اوپر بتائی گئی ہے دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق صحیح یہ ہے کہ ان کا زمانہ خلافت ۲۰ رمضان ۴۰ھ سے ۱۵ جمادی الاول ۴۱ھ تک ہے گویا وہ سات ماہ ۲۶ دن تک مسند نشین خلافت رہے۔

حضرت حسن ؓ حضرت معاویہ ؓ کی اطاعت پر تاحیات قائم رہے:۔

دستبرداری کے بعد سیدنا حضرت حسن ؓ نے اپنی وفات تک کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہیں لیا اور نہایت خاموشی سے اپنے نانا ﷺ کے جوار میں زندگی گزاری۔ ان کے وقت کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں گزرتا تھا ایک دفعہ حضرت معاویہ ؓ نے مدینہ منورہ کے کسی شخص سے حضرت حسن ؓ کے حالات دریافت کیے تو اس نے کہا۔

"فجر کی نماز سے طلوع آفتاب تک مصلے پر رہتے ہیں پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملاقات کے لئے آنے والوں سے ملتے ہیں۔ دن چڑھے چاشت کی نماز ادا کر کے امہات المومنین ؓ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ (ابن عساکر)

مکہ معظمہ میں ہوتے تو عصر کی نماز بالالتزام حرم پاک میں ادا کرتے اور پھر طواف میں

مشغول ہو جاتے۔

فکر معاش کی طرف سے بے نیاز تھے کیونکہ اہواز کا سالانہ خراج ان کے لئے مخصوص تھا۔ امام شعبیؒ کا بیان ہے کہ اس خراج کی رقم دس لاکھ سالانہ تھی اس کثیر آمدنی کو وہ بے دریغ راہ خدا میں لٹاتے رہتے تھے۔ ابن اثیرؒ کا بیان تھی کہ انہوں نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اسباب اور تین مرتبہ کل مال اسباب کا نصف راہ خدا میں بانٹ دیا۔ یہ ممکن ہی تھا کہ کوئی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنا ان کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ طواف میں مشغول تھے کہ کسی شخص نے اپنی ضرورت کے لئے ساتھ لے جانا چاہا۔ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور واپس جا کر طواف پورا کیا۔ ایک مرتبہ اعتکاف میں تھے کہ کوئی سائل آگیا اس کے ساتھ ہو گئے انہوں نے اعتکاف کے دائرے سے نکل کر اس کی ضرورت پوری کی اور پھر اعتکاف میں بیٹھ گئے۔

حضرت حسنؓ کی وفات

سیدنا حضرت حسنؓ نے باختلاف روایت ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہرہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اکثر ارباب سیر نے لکھا ہے کہ سیدنا حضرت حسنؓ کی وفات زہر سے ہوئی جو ان کی ایک بیوی جعدہ بنت اشعث نے (کسی وجہ سے) دیا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ اور المسعودی کا بیان ہے۔ کہ حضرت حسنؓ کو کئی بار زہر دیا گیا۔ لیکن جو زہر آخری بار دیا گیا۔ وہی فیصلہ کن ثابت ہوا۔ بعض روایتوں کے مطابق زہر کھانے کے تیسرے دن اور بعض کے مطابق چالیس دن علیل رہنے کے بعد وفات پائی۔ حافظ ابن حجرؒ اور ابو حنیفہ دینوری نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت حسنؓ کی موت زہر سے نہیں بلکہ کسی اور علالت سے ہوئی۔ (الاصابہ ——— الاخبار الطوال)

سیدنا حضرت حسنؓ کی رحلت کی خبر پھیلی تو ہر طرف کہرام برپا ہو گیا مدینہ منورہ کے بازار بند ہو گئے۔ اور ہر شخص فرط غم سے نڈھال ہو گیا حضرت ابو ہریرہؓ مسجد نبوی میں رو رو کر کہتے تھے۔ لوگو آج خوب رو لو کہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا۔

جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ اس سے پہلے مدینہ منورہ میں بہت کم دیکھنے میں آیا

تھا۔ ایک روایت کے مطابق جنازہ میں لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اگر سوئی بھی پھینکی جاتی تو زمین پر نہ گرتی۔

سیدنا حضرت حسنؓ نے اپنی زندگی میں بہت سے نکاح کئے۔ مختلف بیویوں سے آٹھ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

الحسن، زید، عمر، قاسم، ابوبکر، عبدالرحمٰن، طلحہ، عبیداللہ

حضرت حسنؓ کے صفات و کمالات

سیدنا حضرت حسنؓ جس خانوادے میں پلے بڑھے وہ علم و فضل کا سرچشمہ تھا۔ اس لئے فضل و کمال کے لحاظ سے وہ بھی نہایت بلند مقام پر فائز ہوگئے۔ ان کا شمار مدینہ منورہ کے ان اصحاب میں ہوتا تھا جو علم و افتاء کے منصب پر فائز تھے ان کے چند فتاویٰ بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

سیدنا حضرت حسنؓ عہد نبوی میں کمسن تھے۔ تاہم روایت حدیث سے ان کا دامن خالی نہیں رہا۔ ان سے تیرہ احادیث مروی ہیں۔ دینی علوم کے علاوہ وہ اس زمانہ کے مروجہ فنون میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اونچے درجے کے خطیب تھے۔ اور شعر و شاعری میں بھی درک رکھتے تھے۔

شکل و شمائل میں سیدنا حضرت حسنؓ رسول اکرم ﷺ سے مشابہ تھے۔ سیرت بھی نہایت پاکیزہ تھی۔ ان کے گلشن اخلاق میں زہد و استغنا، حلم و تحمل، جود و سخا، خوش خلقی، امن پسندی، صلح جوئی، نرم خوئی، اور خیر خواہی امت نہایت خوش رنگ پھول ہیں۔

حضرت حسنؓ کے تاریخی اقوال

دوسرے فضائل اخلاق کے ساتھ نہایت عاقل و دانا بھی تھے اہل سیر نے ان کے بہت سے حکیمانہ اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

(۱)—— مکارم اخلاق دس ہیں۔

(۱) زبان کی سچائی۔ (۲) حسن خلق۔ (۳) صلہ رحمی۔ (۴) مہمان نوازی۔
(۵) حق دار کی حق شناسی۔ (۶) جنگ کے وقت حملہ کی شدت۔ (۷) سائل کو

دینا۔ (۸) احسان کا بدلہ دینا۔ (۹) پڑوسی کی حفاظت وحمایت۔ (۱۰) شرم وحیا۔

(2)— سب سے اچھی زندگی وہ بسر کرتا ہے۔ جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کرے اور سب سے بری زندگی اس کی ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی نہ بسر کرسکے۔

(3)— ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اسکے لئے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے۔

(4)— ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے فرمایا اس لئے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لئے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے۔

(5)— مروت یہ ہے کہ انسان اپنے مذہب کی اصلاح کرے، اپنے مال کی دیکھ بھال نگرانی کرے۔ اسے برمحل صرف کرے، سلام زیادہ کرے، لوگوں میں محبوبیت حاصل کرے۔ کرم یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے دے۔ احسان وسلوک کرے، برمحل کھلائے پلائے، بہادری یہ ہے کہ پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرے، آڑے وقتوں میں اس کی حمایت و امداد کرے۔ اور مصیبت کے وقت صبر کرے۔

(6)— ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں۔ فرمایا جو سلیمانؑ بن داؤدؑ نے بتائے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا انہوں نے کیا بتایا ہے فرمایا، انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بتایا کہ بادشاہ کے لئے لازم ہے کہ وہ ظاہر وباطن دونوں میں اللہ کا خوف کرے۔ غصہ اور خوشی دونوں میں عدل وانصاف کرے، فقر اور تمول میں درمیانی چال رکھے، زبردستی کسی کا مال نہ غصب کرے اور نہ اس کو بے جا صرف کرے۔ جب تک وہ ان باتوں پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک اس کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(از کتاب علی المرتضیٰ صاحب)